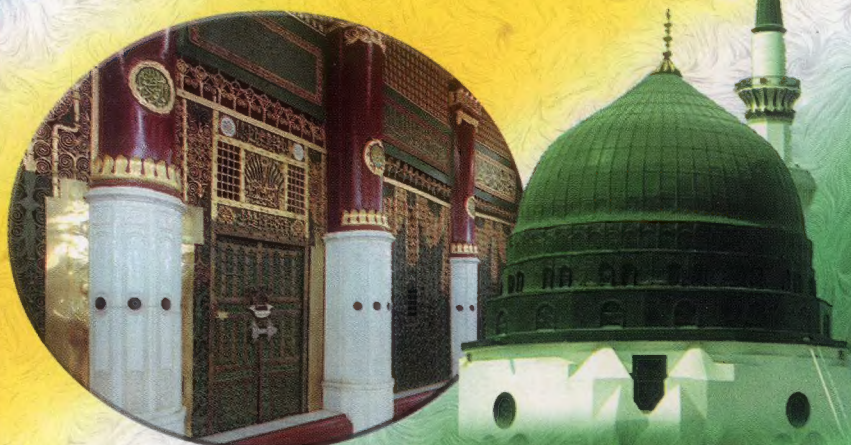


قوة التواظر في تحقيق مسئلة الحاضر و ناظر

المعروف

تحقيق مسئلة حاضر و ناظر



مفتي اعظم پاکستان، شیخ الحدیث، مفتی

مصنف

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی، امامت و قائم العالیہ

محمد یوسف القادری رضوی

محمد علی اویسی

باہتمام

بزم اویسیہ رضویہ، کراچی

ناشر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اما بعد! مسئلہ حاضر و ناظر اہلسنت کا مشہور ہے اور حق ہے۔

یاد رہے کہ ہر دور میں ہر مسئلہ پر اختلاف ہوتے رہے لیکن ”حاضر و ناظر“ وہ مسئلہ ہے کہ جس پر کسی کا بھی اختلاف نہیں تھا۔ چنانچہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ”أقرب التوسل بالتوجه إلى سيد الرسل“ بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۰ پر فرماتے ہیں:

وبا چندین اختلافات و کثرت	یعنی، باوجودیکہ علمائے امت میں
مذہب کہ در علماء امت است یک	اختلافات اور مذاہب کی کثرت ہے
کس را اختلاف فی نیست کہ آں حضور	اس مسئلہ (حاضر و ناظر) میں کسی کا
صلی اللہ علیہ وسلم با حقیقت بے شائبہ	بھی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ اپنی
مجاز تو ہم تاویل و باقی است و بر	حقیقی زندگی میں بلا تاویل بغیر احتمال
اعمال امت حاضر و ناظر است۔	مجاز کے دائم اور باقی ہیں۔ اور امت
	کے اعمال پر حاضر اور ناظر ہیں۔

ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر مستقل تصنیفیں کیں۔ چنانچہ

علامہ جلال الدین بن ابی بکر بن محمد السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے ”تنویر الحלק فی امکان رؤیة النبی جہاراً و الملك“ (ﷺ) اور ”المنجلی فی تطور الولی“ اور ”تعریف اہل

الإسلام والإيمان بأن محمداً ﷺ لا يخلو منه زمان ولا مكان“ للعلامة نور الدين
أحمدي رحمه الله تعالى اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں۔ اور پھر تصدیقات کا تو شمار ہی
نہیں۔ اردو زبان میں غزالی زماں سید احمد سعید شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ”تفریح
الخواطر“ مشہور ہے حضرت علامہ عنایت اللہ سائنگھ ہل نے بھی حاضر و ناظر پر ایک رسالہ
لکھا ہے۔ ”جاء الحق“ اور ”مقیاس حقیقت“ میں بھی کچھ لکھا گیا ہے۔

الحمد للہ فقیر نے بھی اس پر ضخیم تصنیف لکھی ہے بنام ”تفريح الخواطر في
تحقيق الحاضر والناظر“۔ یہاں مختصر بحث پیش کی جاتی ہے۔

ہمارا عقیدہ اس مسئلہ میں وہی ہے جو ہمارے اسلاف کا ہے کہ حضور پر نور
سرور عالم ﷺ عالم کائنات کے ہر ذرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔ جس کی تقریر
علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے۔

(I) مثالی صورت مختلف اشکال اختیار کر کے متعدد مقامات پر موجود ہو جائے۔

(II) طی المسافہ طی الارض کے قبیل سے ہو کہ ہر ایک دیکھنے والا اپنے مقام سے
دیکھے حالانکہ وہ ایک جگہ پر ہو یا اس طور کہ اللہ تعالیٰ زمین کو پلیٹ کر درمیانی
حجابت ہٹا دے پھر لوگوں کو گمان ہو کہ مقامات مختلف ہیں حالانکہ وہ ایک مقام
ہوتا ہے۔ اسی پر بہترین تقریر ہوگی۔ اس حدیث شریف کی جبکہ شب معراج
کے سفر کی واپسی پر حضور ﷺ نے بیت المقدس کے سامنے دیکھ کر قریش کو مقام
حالات بتا دیئے۔

(III) اصلی جثہ موٹا پن اختیار کرے۔ یہاں تک کہ تمام عالم کو محیط ہو جائے جیسے ملک
الموت اور منکر و نکیر کے متعلق علماء کرام تقریر کرتے ہیں کہ ملک الموت ایک ہی

آن میں اہل مشرق و مغرب کی ارواح قبض کر لیتے ہیں اور منکر نکیر ایک ہی وقت
میں بے شمار اہل قبور سے سوال کرتے ہیں۔ یہ تقریر پچھلی دونوں تقریروں سے
اعلیٰ ہے۔ کذا فی ”الحاوی للفتاویٰ“ للسیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(IV) یہ تقریر علامہ موصوف نے ولی اللہ کے متعدد مقامات پر موجود ہونے کے لئے
بیان فرمائی ہے اور پھر اس پر بڑے مضبوط اور قوی دلائل قائم فرمائے۔ چنانچہ
اس موضوع کا ایک مستقل رسالہ تیار ہو گیا۔ جس کا نام ”المنجلی فی تطور الولی“
ہے۔ فقیر نے اس کا اردو ترجمہ کر کے اس کا نام ”ولی اللہ کی پرواز“ پھر مستقل
تصنیف لکھی بنام ”الانجلاء فی تطور الاولیاء“ مطبوعہ ہے عام ملتی ہے۔

آسان طریقہ سے:

حضور سرور عالم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم
ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ حاضر ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہے کہ جس طرح روح اپنے
ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روح سرور دو عالم ﷺ کی حقیقت منورہ ذرات
عالم کے ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے۔ جس کی بنا پر حضور ﷺ بھی انہیں اپنی نظر
عنایت سے مسرور و محفوظ فرماتے ہیں (جیسا کہ بعض حکایات عبارات فقیر نے طوۃ الانبیاء بیہقی
کی شرح عربی میں درج کئے ہیں) اور یہ بھی سید عالم ﷺ کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے
بعید نہیں کہ آپ واحد میں مشرق و مغرب شمال و جنوب تحت و فوق تمام جہات و امكنہ
متعد و لا تعداد و لا تحصى میں سرکار اپنے مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہ کرم کی
رحمت و برکت سے سرفراز فرمائیں۔

فائدہ۔ ہمارے اس اصول سے عدم واقفیت کی وجہ سے دیوبندی، عوام کو قسم قسم کے خدشات میں مبتلا کرتے ہیں۔ مثلاً عوام کو کہتے ہیں کہ اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو پھر مدینہ خالی ہوگا۔ معراج کو گئے تو مکہ خالی رہا۔ جنگوں پر گئے تو پیچھے مکہ و مدینہ خالی تھا وغیرہ۔ انہیں خط ہے اور حقیقت سے بے خبری ہے۔ نیز کہا کرتے ہیں کہ اس حاضر و ناظر کے عقیدہ کی رو سے انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت کرنا اور نقل و حرکت کرنا وغیرہ سب باطل ٹھہرتا ہے۔ اور جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ تک۔ نیز معراج مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اسی طرح جنگ بدر۔ خیبر۔ تبوک۔ حنین اور طائف وغیرہ کا سفر کرنا نیز حج اور عمرہ وغیرہ کرنا بلکہ گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک اور مدینہ کی ایک گلی سے دوسری گلی تک اور ایک کوچہ سے دوسرے کوچہ تک آنا جانا بالکل باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا کیا مطلب۔ اور جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے یکے بعد دیگرے سب آسمانوں سے ایک ہی رات میں بحسد غصری اور بحالت بیداری سیر کرنے اور معراج کا کیا معنی۔ اس خبیث اور ناپاک عقیدے کے بموجب نہ تو آپ مہاجر ہو سکتے ہیں اور نہ صاحب معراج۔

ازالہ وہم:

حنافین کی تقریر مذکور مسلک اہلسنت کو ناہنجی کی وجہ سے ہے یا دھوکہ اور دکر و فریب ہے۔ ورنہ ہم نے جو عقیدہ اوپر عرض کیا اس پر غور کرنے سے کسی قسم کا

اعتراض نہیں ہو سکتا ہم نے کہا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا جسم اطہر ہر جگہ حاضر نہیں بلکہ آپ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گری ہے اور مخالفین دھوکہ دے کر جسمانیت سے حاضر و ناظر کا بہتان تراشتے ہیں اور سرکار ابد قرار ﷺ کے انوار و تجلیات کا ہر جگہ موجود ہونا ایسے ہے جیسے سورج اپنے مرکز میں۔ اور عالم دنیا کے ذرہ ذرہ میں اس کے انوار موجود ہیں۔

ہم اسی مسئلہ کو قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرة: ۱۴۳/۲] اور ہیں رسول ﷺ تم پر حاضر و ناظر۔

اس آیت میں حاضر و ناظر کا ثبوت لفظ شہید سے دیا جاتا ہے کیونکہ شہید بمعنی حاضر ہے۔ اس لئے کہ اس کا ماخذ لفظ شہادت ہے اور شہادت بمعنی حاضر ہوتا ہے جو کہ غیب کی نفی ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر شہادت بمعنی حاضر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ [الانعام: ۷۳/۶] یعنی، وہی اللہ تعالیٰ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ اور فرماتا ہے: ﴿كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا﴾ [یونس: ۶۱/۱۰] یعنی، ہم تم پر حاضر تھے۔ یہاں شہود بمعنی حاضر ہے اور فرماتا ہے: ﴿يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ﴾ [المطففين: ۲۱/۸۳] یعنی، حاضر ہوں گے اس روز مقرب لوگ۔ اس آیت میں بھی شہید بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ [البقرة: ۱۸۵/۲] یعنی، تم کو ماہ صیام حاضر ہو۔ یہاں شہد بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا كُنْتُمْ

شَهِدَ آءِ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ ﴿الاية [البقرة: ۲/۱۳۳]﴾ یعنی، جب حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت آئی اے بنی اسرائیل! تم حاضر تھے۔ دیکھو شہداء کلمہ بمعنی حاضر ہے۔ ثابت ہوا کہ آیت میں شہید بمعنی حاضر ہے۔

اور بعض لوگ شہید بمعنی گواہ کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی بمعنی حاضر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ گواہ شرعاً اور عرفاً اس کو کہتے ہیں جو واقعہ پر حاضر ہو۔ اگر واقعہ پر حاضر نہ ہو اور ایسے ہی کہہ دے تو اُس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور حضور سید عالم ﷺ کی گواہی کو سنی ہوئی گواہی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ قیامت کو جب آپ گواہی دیں گے تو دیکھی ہوئی گواہی دیں گے۔ نہ کسی سے سنی ہوئی۔ جس کے متعلق چند احادیث فقیر نے اپنی چہل حدیث در مسائل مختلف فیہا کے عشرہ اولیٰ میں درج کی ہیں۔ میری اس تقریر کی تائید حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی تفسیر عزیزی پارہ دوم سے بھی ہوتی ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

ترجمہ: حضور ﷺ اپنے ثور نبوت کی وجہ سے ہر دین دار کے دین کو جانتے ہیں۔ کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کونسا حجاب اُس کی ترقی سے مانع ہے۔ پس حضور ﷺ تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دینا بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔ اصل فارسی ہے۔ یہاں پر صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ اگر لفظ شہید بمعنی حاضر ہو تب بھی مدعا حاصل۔ اگر بمعنی گواہ ہو تب بھی مطلوب موجود ہے۔ اسی طرح اللہ نے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَجَنَسَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾

[النساء: ۴/۴۱] ترجمہ: اور لے آئیں گے ہم آپ کو ان پر نگہبان بنا کر۔

اس آیت کی تقریر پہلی آیت جیسی ہوگی۔ مگر اس کے متعلق چند مفسرین معتبرین کی رائیں سن لیجئے (تفسیر نیشاپوری) ماتحت آیت ہذا۔ لَآ رُوْحَہُ الْعَالَمِہُ شَٰہِدٌ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَرْوَاحِ وَالْقُلُوْبِ وَالنَّفُوْسِ۔ اسی طرح تفسیر مدارک آیت ہذا کے تحت تحریر فرماتے ہیں

اَيُّ شَٰہِدٌ عَلٰی مَنْ اٰمَنَ بِالْاِيْمَانِ وَعَلٰی مَنْ كَفَرَ بِالْكَفْرِ وَعَلٰی مَنْ مَآحِقَ بِالْبَغَاۃِ ان ہر دو عبارات کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ہر شخص کے اجسام و ارواح پر شاہد ہیں اور مومن و کافر اور منافق کے حالات کو خوب جانتے ہیں اور اُن پر حاضر ہیں۔

ان کے علاوہ متعدد آیات ہیں انہیں تفصیل کے ساتھ اپنی تصنیف ”دلوں کا چین“ میں بیان کیا ہے۔

قرآن مجید کی طرح احادیث مبارکہ سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہے:

احادیث مبارکہ:

حدیث نمبر: بخاری و مسلم و دیگر صحاح میں بھی جس کو صاحب مشکوٰۃ اپنی کتاب باب اثبات القبر میں بیان فرماتے ہیں کہ جب مردہ کو دفن کیا جاتا ہے اور لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ بعد ازاں دو فرشتے منکر نکیر تشریف لاتے ہیں۔ اُس سے مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ کے سوال کے بعد پوچھتے ہیں مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٌ ﷺ یعنی، اے بندہ خدا تو کیا کہتا ہے اس رجل محمد ﷺ کے

بارے میں۔ اس کے بعد مضمون حدیث طویل ہے۔ مقصود اتنا تھا عرض کر دیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگرچہ تمام روئے زمین میں کروڑوں لوگ مرتے ہیں تو کروڑوں جگہ ایک ہی وقت میں تمام اہل قبور کو زیارت ہوتی ہے۔ اور اسے ناممکن بھی نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ عزرائیل علیہ السلام ہر روح کے قابض ہیں اور ان کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ الدُّنْيَا بَيْنَ يَدَيِ مَلِكِ الْمَوْتِ بِمَنْزِلَةِ الطَّلَسِ بَيْنَ يَدَيِ الرَّجُلِ (شرح الصدور ص ۱۸) اس کی تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ ”ملک الموت اور حاضر و ناظر“ یونہی ملک الموت کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں تو حضور سرور عالم ﷺ کی ہر قبر میں جلوہ گری ماننا شرک کیوں؟

اسی طرح منکر نکیر ہر ملک میں ہر ایک مردہ کے ساتھ ایک ہی وقت میں کروڑہا مقامات پر حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اگر خوف طوالت و بیہم ثقالت نہ ہوتا تو بہت سے ایسے نظائر پیش کرتا۔

حدیث نمبر ۲: قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا ترجمہ: یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ کر رکھ دی۔ پس میں اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہر چیز ظاہر ہے بلکہ ذرات کائنات بھی حضور عالم ﷺ سے پوشیدہ نہیں۔

حدیث نمبر ۳: قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَيَّ كَفَيْ هَذِهِ (مواہب اللدنیۃ) ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں

دنیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کو دیکھنے والا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس کی شرح میں امام زرقانی فرماتے ہیں إِنَّ اللَّهَ رَفَعَ أَيْ: أَظْهَرَ وَكَشَفَ فِي الدُّنْيَا بَحِثَ أَحْطَطَ جَمِيعَ مَا فِيهَا (شرح مواہب ص ۲۲۴) حدیث نمبر ۴: قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ (ابو داؤد) جب تمہارا کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی ﷺ پر سلام عرض کرے۔
فائدہ:

مسجد سے صرف مسجد عربی مراد نہیں بلکہ تمام روئے زمین مراد ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اللہ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک بنایا (بخاری ج ۱، ص ۶۴)۔

شفاء شریف میں قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ فَقُلِ السَّلَامَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. شفاء شریف ج ۲، ص ۱۲۔ یعنی، جب گھر میں کوئی نہ ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ ورنہ سلام عرض کرنے کا کیا معنی۔ اسی ”شفاء شریف“ کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں لِأَنَّ رُوحَهُ ﷺ حَاضِرٌ فِي بَيْوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ ج ۲، ص ۱۷۔ ترجمہ: یعنی سلام عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی روح مقدس ہر اہل اسلام کے گھر حاضر ہے۔

اقوال علماء اہل سنت رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) ہمارے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے اقوال و افعال ہمارے

لئے باعثِ نجات ہیں اپنے ”قصیدہ النعمان“ ص ۱۴ میں حضور اکرم ﷺ کو معروضات عرض کر کے مسئلہ حاضر و ناظر واضح فرماتے ہیں۔

وَإِذَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَوْلًا طَيِّبًا
وَإِذَا نَظَرْتُ فَلَا أَرَى إِلَّاكَ

یعنی، جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر پاک سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

(۲) قال أبو الحسن الشاذلی: لو حجب علی النبی ﷺ طرفہ عین ما عدت نفسی مسلماً (شرح قصیدہ الہمزیۃ للإمام ابن حجر)

ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم ﷺ ایک آنکھ جھپکنے کی دیر مجھ سے دیر پردہ ہو جائیں تو میں اپنے نفس کو مسلم شمار نہیں کرتا۔

(۳) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ”اقترب التوسل بالتوجہ الی سید الرسل“ بر حاشیہ ”اخبار الاخیاء“ ص ۱۵۰ میں فرمایا:

وبا چندیں اختلافات و کثرت
مذہب کہ در علماء امت است یک
را خلا فی نیست کہ آن حضرت ﷺ
با حقیقت بے شائبہ مجاز تو ہم تاویل
و باقی است و بر اعمال امت حاضر
و ناظر است
یعنی، باوجودیکہ علمائے امت میں
اختلافات اور مذاہب کی کثرت ہے۔
اس مسئلہ میں کسی کا
بھی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ اپنی
حقیقی زندگی میں بلا تاویل بغیر احتمال
مجاز کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے
اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کے مناقب پر مشہور کتاب ”الابرار شریف“ ص ۴۶ میں یوں تحریر ہے:

وأکبر الأرواح قدراً وجہماً
روحه ﷺ وإنها تملأ السموات
والأرضین۔
یعنی، ارواح میں سب سے بڑی قدر
(عظمت) والی اور سب سے زیادہ وزن
دار حضور ﷺ کی روح اقدس ہے کہ وہ

تمام آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے۔

(۵) علامہ یوسف مہبانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”جواہر البحار“ میں فرماتے ہیں: إن جسدہ الشریف لا یخلو عنہ زمان ولا مکان ولا محل ولا مکان ولا عرش ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا سهل ولا بحر ولا برزخ ولا قبر۔

یعنی، بے شک نبی کریم ﷺ کے جسم شریف سے نہ کوئی عرش اور نہ کرسی اور نہ قلم اور نہ جنگل اور نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ میں حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔

(۶) ”مصابح الہدایۃ“ ترجمہ ”عوارف المعارف“ مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۱۶۵ میں ہے:

یعنی، چاہئے کہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے اس طرح حضور ﷺ کو بھی ظاہر و باطن طور حاضر و ناظر جانے۔

(۷) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقال الغزالی سلّم عليه وإذا دخلت في المساجد فإنه عليه السلام مسجدوں کو جاؤ تو حضور ﷺ کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہوتے ہیں۔

اس کا مکمل بیان حدیث شریف نمبر ۴ میں گزر چکا ہے۔

(۸) علامہ اسماعیل حقی اپنی تفسیر ”روح البیان“ تحت آیت: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا﴾ [الفتح: ۴۸/۸] میں تحریر فرماتے ہیں: قال بعض الكبار: إن مع كل سعيد دقيقه من روح النبي ﷺ هي الرقيب العتيد عليه إلخ. بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر نیک بخت کے ساتھ حضور ﷺ کی روح رہتی ہے اور رقیب و ستید سے یہی مراد ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو جن میں آتا ہے کہ گناہ کرتے وقت (زنا وغیرہ) ایمان نکل جاتا ہے تو یہاں ایمان سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی توجہ مقدس ہے۔ اب صرف دو عبارتیں وہ نقل کرتا ہوں جن پر تمہارے وہابیہ کو زیادہ اعتبار ہے۔

(۹) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ”فیوض الحرمین“ ص ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

إن الفضاء ممتلئ بروحه ﷺ تمام فضاء حضور اکرم ﷺ کی روح سے بھری ہوئی ہے۔
(۱۰) بعض از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ ﷺ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت ﷺ در ذوات مضئیاں موجود حاضر است (مسک الحقا، ص ۴۶) یعنی بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب نماز میں حضور ﷺ کی حقیقت کے سریان کے سبب سے ہے جو تمام موجودات کے ہر ذرہ تمام ممکنات کے افراد میں ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نمازیوں

کے وجود میں حاضر ہیں۔ یہ کتاب نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی ہے۔ جس کو وہابی غیر مقلد اپنا بڑا امام مانتے ہیں۔ اور وہابی، دیوبندیوں کا بھی معتمد علیہ ہے۔ یہی صاحب اس مسئلہ کو سمجھا کر پھر تمام نمازیوں کو نصیحت فرماتے کہ نمازی کو چاہئے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے۔ اور اس مشہور یعنی حاضر و ناظر کے مسئلہ سے غافل ہو تا کہ معرفت کے اسرار و قرب کے انوار سے منور اور فائز ہو۔ شاید کہ کسی کو حاضر و ناظر کے مسئلہ میں شک پڑ جائے تو اس کی دلیل میں ایک شعر بیان فرماتے ہیں۔

در رہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست عیاں می بینمت و د عامی فرستمت

ترجمہ: عشق کے راستہ میں قرب و بعد (دوری) کی منزل تجھ کو (اے نبی کریم ﷺ) ظاہر دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ یہی عبارت اگرچہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اشعۃ اللمعات“ اور ”مدارج النبوت“ شریف میں بھی لکھی مگر وہابیہ کو سمجھانے کے لئے اُن کے پیشوا کی عبارت نقل کر دی ہے۔

التحيات اور حاضر و ناظر

حاضر و ناظر کا مسئلہ التحیات کے پڑھنے سے بھی حل ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ نفل و سنت کی ہر دوسری رکعت میں اور فرض کے ہر دوسرے قعدہ میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے اگر کوئی عدا چھوڑ دے تو نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے تو اسی التحیات کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ اَلْحَيُّ یعنی سلام ہوں آپ پر اے نبی ﷺ دیکھو اس التحیات میں صیغہ خطاب بھی ہے اور پھر لکھا حرف ندا یہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ ضمیر خطاب اور حرف نداء کہہ رہا ہے کہ تم اپنے

نبی ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنی نمازوں کو قبول کراؤ۔ چنانچہ وہابیوں کے مولوی مذکور نے کیسی تاکید فرمائی۔ اس پر ایک بزرگ کا قول بھی سن لیجئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول کتاب ”احیاء العلوم شریف“ جلد اول، باب چہارم، فصل سوم، نماز کی باطنی شرائط میں فرماتے ہیں، اپنے دل میں نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کو حاضر و ناظر جان کر عرض کر السلام علیک الخ۔ بلکہ ہمارے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ التحیات میں نمازی کا یہ خیال ہو کہ میں ہدیہ سلام درگاہ رسالت میں، سامنے حاضر ہو کر پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ ذیل کی چند عبارات اضافہ سن لیجئے۔

(و یقصد بالفاظ الشہد) نمازی الفاظ تشہد سے ان معانی کا ارادہ
معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ کرے جو اس کی مراد ہے اور یہ علی وجہ الانشاء
(الإنشاء) كأنہ یُحیی اللہ ہو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش
تعالیٰ ویسلم علی نبیہ وعلی کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر اور خود اپنی
نفسہ و اولیاءہ (لا) الإخبار ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے۔
عن ذلك ذكره في المجتبى اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے۔
وظاہرہ أن ضمیر علینا اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا۔ اور اُس کا ظاہر مفہوم یہ
للحاضرين لا حکایۃ سلام ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لئے
اللہ۔ (الدر المختار ج ۱، ص ۴۷۶) ہے (سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے) اللہ
تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو۔

(۲) ولا بد عن أن یقصد بالفاظ الشہد معانیہا التی وضعت لہا من عنده

کأنہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی النبی ﷺ وعلی نفسه و اولیاء اللہ تعالیٰ
کذا فی الفتاوی نقلًا عن الزاہدی۔ (الہندیۃ، ۳۷/۱، مطبوعہ: ہند)
نمازی کے لئے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشاء مراد لینا اور
اُن کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی اکرم ﷺ اور اپنی
ذات پر و اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے۔

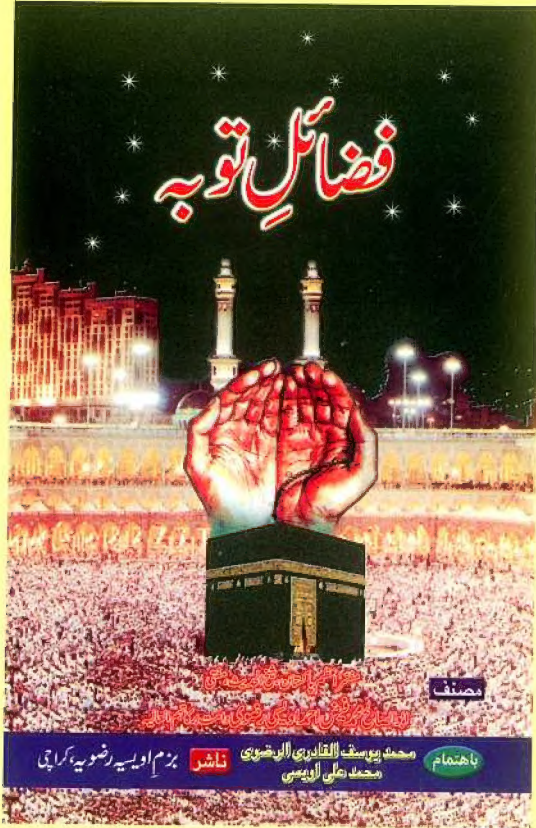
اسی طرح دیگر معتبر کتابوں میں یہی مضمون موجود ہے مثلاً شامی ج ۱ ص ۴۷۶
اور مرآتی الفلاح ص ۱۵۵ وغیرہ وغیرہ ان عبارات سے وہابیہ کا وہ مکر و فریب بھی دفع
ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ مسئلہ حاضر و ناظر فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے۔

مخالفین کے قلم سے

یہ مسئلہ ایسا واضح ہے کہ مخالفین سے بھی بہ موجب: الذنوب قد یصدق
باتوں باتوں سے ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ مخالفین کے اکابرین اپنے اصاغرین کو کوئی مسئلہ
سمجھانے بیٹھے تو اُن سے حاضر و ناظر کا خیال دماغ سے اُتر گیا۔ جس سے وہ بے خبری میں
مسئلہ حاضر و ناظر کا ثبوت دے بیٹھے۔ چنانچہ چند عبارات ان کے اکابر کی بھی سن لیجئے:
(۱) مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ”تحذیر الناس“ میں لکھتا ہے: النبی اولی
بالمؤمنین من أنفسهم کو بعد لحاظ صلہ میں أنفسهم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت
ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی اُمت کے ساتھ وہ قُرب ہے کہ اُنکی جانوں کو بھی
اُن کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ اُولیٰ بمعنی اقرب ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب ”امداد السلوک“ ص ۱۰ میں لکھتا ہے:

فضائلِ توبہ



بزمِ ادیبہ رضویہ کراچی

ناشر

محمد یوسف القادری الرضوی
محمد علی الرضوی

باہتمام